ہندوستان میں عیسائیت کی ترقی

[برصغیر پر استعماری غلبے کے بعد اسلام اور ہندومت دونوں کو سات سمندر پار سے آنے والی تہذیبی اقدار، سائنسی انکشافات اور مسیحی مناّدوں کی منظّم یلغار سے خطرہ تھا۔ اس صورت حال میں دونوں مذاہب کے اہلِ دانش نے واضح طور پر تین طرح کے رویّے اختیار کیے۔

ایک رویّہ یہ تھا کہ مروّجہ مذہب میں اس حد تک اصلاح و ترمیم کر دی جائے کہ مغربی تہذیبی اقدار اور سائنسی نظریات کے ساتھ کوئی تصادم نہ رہے۔ دوسرا رویّہ رکھنے والے مروّجہ مذہب سے پورے طور پر مطمئن نہ تھے۔ اُن کی سوچ کے مطابق صدیوں پر محیط عرصے میں ایسی رسومات بھی مذہب کا حصّہ بن گئی ہیں جن کا وجود مذہب کے بنیادی ماخذوں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ یہی رسومات تہذیبی جمود اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا سبب ہیں۔ اس لیے مذہب کو اس کی ابتدائی خالص شکل میں زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تیسرا اور آخری رویّہ یہ تھا کہ مذہب جس شکل میں بھی موجود ہے، اِسی پر ہمارے آباء و اجداد کا عمل تھا اور روایت کے تسلسل کے خلاف بغاوت درست نہیں۔

ہندو آبادی میں مذہب کو غلط رسومات سے صاف کرنے اور معاشرے کو ویدوں کے دور کے مطابق ڈھالنے کے رویّے نے آریہ سماج تحریک کی شکل اختیار کی۔ یہ تحریک ابتداءً داخلی اصلاح کی تحریک تھی اور مغربی تہذیبی یلغار کے خلاف ہندو معاشرے کا دفاع کر رہی تھی، مگر بہت جلد اس نے اسلام مخالف رنگ اختیار کر لیا۔ روایتی ہندو رہنماؤں کے برعکس آریہ سماج تحریک نے غیر ہندو طبقوں میں تبلیغ شروع کی۔ مسلمانوں کے بارے میں اُن کی رائے یہ تھی کہ ان کی بڑی تعداد مقامی آبادی سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی ہے، اس لیے اسے واپس ہندومت میں داخل کرنا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے آریہ سماجی پنڈتوں نے راجپوتانہ کے اُن مسلمانوں کو اپنا ہدف بنا لیا جو اسلامی تعلیمات سے پورے طور پر آگاہ نہ تھے اور متعدّد ہندوانہ رسومات اپنائے ہوئے تھے۔

آریہ سماجی پنڈتوں کی اس یلغار کے ساتھ مسیحی مشنری بھرپور مالی وسائل اور انتظامی مراعات کے ساتھ اپنے کام میں جُتے ہوئے تھے۔ جب پانی حد سے گزرنے لگا تو مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے تبلیغ کے مقصد کے لیے متعدّد تنظیمیں وجود میں آ گئیں، مگر اِن کی مساعی کسی ایک نقطے پر مرکوز نہ تھیں اور کمیت و کیفیت ہر دو لحاظ سے اُن کا کام اتنا مؤثر نہیں تھا جس کی توقع سنجیدہ

تنظیموں سے کی جا سکتی تھی۔ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) نے خود احتسابی کے تحت اپنا جائزہ لیتے ہوئے لکھا تھا۔

آریوں کی دست درازیوں کو روکنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے، وہ کہاں تک ٹھیک ہے۔ موجودہ حالت یہ ہے کہ ہر انجمن نے اپنے اپنے واعظ اور مولوی مقرر کر کے مختلف مقامات پر بھیج دیے ہیں، اگرچہ یہ مذہبی بے چینی اور مذہبی جوش کا ثبوت ہے، لیکن اِس موقع پر قوتوں کا متفرق کرنا نامناسب ہے۔

—— مسلمانوں نے جو کوششیں اب تک آریوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں کی ہیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ پراگندہ اور غیر منظم اور ناکافی ہیں، اس لیے مخالفین کے سیلاب کو روک نہیں سکتیں۔——

اِس پس منظر میں سیّد مودودی نے ۱۹۲۵ء میں مندرجہ ذیل شذرہ قلم بند کیا تھا۔ مرتّب]

ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ جس قدر زور شور کے ساتھ کی جا رہی ہے، اس کا اندازہ مسیحی مشنوں کی سالانہ رپورٹ سے ہوتا ہے۔ آج مسلمانوں میں تبلیغ تبلیغ کا فلک پیما شور جیسی بلند آہنگی کے ساتھ برپا کیا جا رہا ہے، اِس سے تمام ہندوستان گونج اٹھا ہے، مگر اس کی حقیقت پر غور کیجیے تو نقارہ سے زیادہ ثابت نہ ہوگی۔ برخلاف اس کے عیسائیوں کی یہ کیفیّت ہے کہ وہ نہایت خاموشی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور ایک قلیل عرصہ میں اُنھوں نے ایسا وسیع تبلیغی نظام پھیلا دیا ہے کہ اسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

۱۹۲۳ء کی مسیحی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ۱۶۷ مسیحی مشن کام کر رہے ہیں، جنھوں نے ۱۳۴۰ تبلیغی مرکز قائم کر رکھے ہیں اور ۲۱۸۷ مبلّغ خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہیں۔ ان سوسائیٹیوں نے فن تبلیغ کی تعلیم کے لیے ۶۱ ٹریننگ کالج قائم کر رکھے ہیں اور ان کے گرجاؤں کو ۱۸۷۷۹ پادریوں کی خدمات حاصل ہیں۔ ان کے ۹۹ مذہبی اخبارات ہیں جو ہندوستان کی مختلف زبانوں میں نکلتے ہیں اور ان کے لیے ۴۳ پریس قائم ہیں۔ ان کی تبلیغ کا سب سے بڑا ذریعہ تعلیم ہے اور اس کے لیے انھوں نے ۱۵۸۲۰ سنڈے اسکول، ۶۱۰ ہائی سکول، ۵۰ کالج، ۹۸ زراعتی اسکول اور ۱۷۰ صنعتی اسکول قائم کیے ہیں جن میں ہندوستانیوں کو عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے اور ان میں ۴۸۰۴۴ اساتذہ تعلیم دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرا بڑا ذریعہ ہسپتال ہیں جن کی تعداد ۴۰۸ تک پہنچی ہوئی ہے اور ان میں ۱۵۹۸ ڈاکٹر اور نرسیں کام کرتی ہیں۔

ان زبردست تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہم کو حسب ذیل اعداد و شمار میں نظر آتا ہے:

نام صوبہ	ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد
آسام	۱۱۴۸۴۷
بڑودہ	۷۲۴۷
بلوچستان	۶۶۹۳
بنگال	۱۰۲۲۱۱
مدراس	۱۳۲۷۲۱۵
بمبئی	۲۲۰۲۷۲
صوبجات متحدہ	۱۶۶۳۱۹
پنجاب	۳۰۳۳۳۲
برما	۲۳۱۸۱۸
بہار واڑیسہ	۲۴۶۸۰۶
صوبہ متوسط	۳۲۲۰۶
صوبہ سرحدی	۲۰۲۰
ریاست ہائے بہار	۴۶۱۱۵
ریاست ہائے بمبئی	۱۳۷۳۶
ریاست ہائے وسط ہند	۵۰۷۷
ریاست ہائے صوبہ متوسط	۳۶۰۴۶
ریاست حیدرآباد	۵۶۷۲۹
ریاست ہائے مدراس	۱۴۴۸۲۳۳
ریاست میسور	۵۷۷۱۹
ریاست ہائے راجپوتانہ	۳۴۳۰
دیگر ریاست ہائے ہند	۱۴۳۷۷
کل ہندوستان	۴۴۵۰۴۵۲

ان اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک تقریباً ۴۵ لاکھ ہندوستانی عیسائی مذہب اختیار کر چکے ہیں اور یہ رفتار جس قدر تیز ہے، اُس کا اندازہ اس سے ہوسکے گا کہ ۱۸۸۱ء کے مقابلہ میں اس وقت عیسائیوں کی تعداد ڈھائی گنی زیادہ ہے اور ۱۹۱۱ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیان ۱۰ سال کے عرصہ میں ان کی آبادی نے ۷ لاکھ کے قریب ترقی کی ہے۔

کیا یہ مہیب اعداد و شمار ہمارے ان دوستوں کی آنکھیں کھولیں گے، جو رات دن تبلیغ تبلیغ پکار رہے ہیں، لیکن جن کا دائرہ عمل خود ان کی میز کرسی سے زیادہ وسیع نہیں ہے، ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر آپ کام کرنا چاہتے ہیں تو اِس فن کو مسیحی مبلغوں سے سیکھیے۔

(سہ روزہ "الجمعیتہ"، دہلی - ۲ مئی ۱۹۲۵ء)

مسیحی خطرہ

کلکتہ میں مسیحی مشنریوں کی کانفرنس نے جو ریزولیوشن پاس کیے ہیں وہ تمام مسلمانانِ ہند کو عموماً اور مسلمانانِ بنگال کو خصوصاً ایک عظیم خطرہ کی دھمکی دے رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سالہا سال کے تجربات کے بعد مسیحی مبلغین نے اِس امر کا فیصلہ کیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں تثلیث کے پرچار کے لیے اگر کوئی صوبہ سب سے زیادہ موزوں ہے، تو وہ بنگال ہے اور اب اُنھوں نے تہیّہ کر لیا ہے کہ اِس صوبہ کے مسلمانوں کی متاعِ دین و ایمان لوٹنے کے لیے خاص تدابیر کریں گے۔ اگر یہ فیصلہ کسی زندہ قوم میں بیٹھ کر کیا گیا ہوتا، تو غالباً اب تک پوری قوم مدافعت کے لیے مستعد ہو جاتی اور مرض کا حملہ ہونے سے پہلے دفاع کی تیاریاں مکمل کر لی جاتیں، مگر افسوس، مسلمانوں کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ عین ان کے گھر میں بیٹھ کر یہ طے کیا جاتا ہے کہ ان کے جہل سے فائدہ اٹھا کر ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جائے گا اور وہ اِس طرح بے خبر ہیں کہ جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے۔

ہم مسلمانانِ ہند کو صاف طور پر متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ مسیحی مبلغین ان کی طرح بے عمل اور منصوبہ باز نہیں ہیں کہ کہیں کامیابی کے مواقع دیکھ کر وقتی جوش میں ایک سکیم بنا لیں اور دنیا کے سامنے لمبے چوڑے ارادے پیش کر کے بیٹھ رہیں۔ ان کی جماعتیں تو از سر تا پا عمل ہیں اور کوئی بات اس وقت تک منہ سے نکالتی ہی نہیں جب تک اِس پر عمل کا پورا تہیہ نہیں کر لیتیں۔ پس اگر انہیں ہندوستان کے سب سے بڑے اسلامی صوبہ کو مسیحیّت کی حلقہ بگوشی سے بچانا ہے، تو وہ اسلام کی حفاظت کے لیے مستعد ہو جائیں اور بنگال میں علومِ دین کی اشاعت کا ایسا نظام کریں کہ کوئی کلمہ گو اپنے مذہب کی ناواقفیت کے باعث عیسائی مشنریوں کے دام میں نہ پھنس سکے۔ ہمارا یہ خطاب خاص طور پر علمائے بنگال کی طرف ہے کیونکہ قرب کی وجہ سے دفاع کا فریضہ سب سے پہلے انہی پر عائد ہوتا ہے۔ اگر فرصت ہوئی، تو ان شاءاللہ کسی وقت ہم تدابیر دفاع کے موضوع پر بھی اظہارِ خیال کریں گے۔ فی الحال یہ احساس دلانا ہے کہ کبھی خود ہم تبلیغ کے فریضہ کو ادا کیا کرتے تھے۔ اب ہم دفاع سے بھی غافل ہو چکے ہیں۔ (سہ روزہ "الجمعیتہ"، دہلی - ۲۲ جون ۱۹۲۵ء)